مولانا سید محمد واضح رشید حسنی ندوی

# میڈیا اور دعوتِ اسلامی

مفکرین اسلام عصر حاضر کے چیلنجز سے کبھی بھی غافل نہیں رہے۔ اسی سلسلے میں ہندوستان کے نامور عالم دین اور دانشور اور بلند پایہ ادیب حضرت مولانا سید محمد واضح رشید حسنی ندوی مدظلہ نے بنگلور کے علمی مرکز ''دارالامور'' میں نئی نسل کے نوجوان طلباء سے اس موضوع پر سیر حاصل اور پُر مغز خطاب فرمایا۔ اور وہاں پر ایک محاضرہ دیا ان میں ذرائع ابلاغ کے ذریعے دنیا کے مختلف حصوں میں دعوت اسلامی کے فریضے کی انجام دہی کا تذکرہ بھی شامل ہے یہ بات قارئین کے ذہن میں رہے کہ اس تذکرے کی نوعیت واقفیت اور آگہی کی ہے نہ کہ جواز فراہم کرنے کی۔ امید ہے کہ قارئین کرام واقفیت و آگہی کی نیت سے درج ذیل محاضرہ کا مطالعہ کریں گے۔..................(ادارہ)

طلبائے عزیز! پہلی نشت میں آپ کو میڈیا کی تاریخ، اس کی قسمیں اور اس دور میں اس کی اہمیت کی تفصیل بتائی گئی، اس سے آپ نے اندازہ لگایا ہوگا کہ اس دور میں میڈیا نے کتنی اہمیت حاصل کرلی ہے، اور اسلام دشمن طاقتیں اس سے کتنا فائدہ اٹھا رہی ہیں۔ اس وقت میڈیا سے صرف نظر کر کے ہم ہمیشہ ملزموں کے کٹہرے میں نظر آئیں گے، ہم اس میں مؤثر حصہ لے کر اپنا دفاع بھی کرسکتے ہیں، اور دعوت اسلامی کے کام کو بھی آگے بڑھا سکتے ہیں، ہمیں اسلام کی نشر و اشاعت اور دعوت و تبلیغ کے میدان میں اس کی اہمیت، افادیت اور ضرورت کو سمجھتے ہوئے اس کو اختیار کرنا چاہیے۔ نیز مستشرقین نے اسلامی علوم وفنون کے میدان میں جو ایجابی اور سلبی کام کیے ہیں ہمیں ان سے بھی واقف ہونا چاہیے، بعض مستشرقین نے علمی خدمت کی ہے تو دوسرے مستشرقین نے اپنی متعصبانہ ذہنیت کے پیش نظر کچھ غلط باتیں بھی لکھ دی ہیں، ان سب پر بھی ہماری نظر ہونی چاہیے، تبھی ہم علمی و دعوتی دنیا میں کوئی اہم خدمت انجام دے سکتے ہیں۔ اس وقت میں آپ کے سامنے میڈیا کے ذریعہ دعوت اسلامی اور استشراق کے سلسلہ میں چند باتیں عرض کرنا چاہتا ہوں جس سے امید ہے کہ آپ فائدہ اٹھائیں گے۔

ریڈیو اور ٹی وی پر دینی پروگرام کی دو شکلیں اس وقت رائج ہیں، بعض پروگرام ہیں جن کو ''البرامج الدعیۃ'' (مذہبی پروگرام) کہتے ہیں، یہ مستقل پروگراموں میں مختلف مناسبتوں سے ہوتے ہیں۔ اور بعض ایسے ہیں جو الاذاعات الدینۃ (مذہبی نشریات) کہلاتے ہیں، یہ مستقل پروگرام ہیں جو دینی موضوعات سے متعلق ہیں، ان کا تعلق مسلم ملکوں سے ہے۔ یورپ کے بعض ممالک میں مسلمانوں نے کچھ گھنٹے حاصل کرلئے ہیں جن میں وہ اپنے پروگرام پیش کرتے ہیں، ایسا یورپ کے کئی ممالک میں ہو رہا ہے۔ اس کی دو شکلیں ہیں، ایک شکل تو یہ ہے کہ بعض مسلم تاجر حضرات گھنٹے خرید لیتے ہیں، یا جتنے گھنٹے استعمال کرتے ہیں ان کی قیمت ادا کرتے ہیں، ان کی حیثیت اشتہار کی ہوتی ہے، یہ پروگرام اسلام کے

تعارف کا ذریعہ بنتے ہیں' اس کا تجربہ یورپ کے متعدد ملکوں میں کیا جارہا ہے۔ ریڈیو کے علاوہ صحافت میں بھی اس طرح کا تجربہ کیا جاتا ہے' مثلاً وہ ملک غیر مسلم ملک ہے تو مسلمانوں کو اجازت ہے کہ جتنے گھنٹے جس شکل میں بھی لیں ان میں اپنی مرضی کے پروگرام نشر کریں' اور وہ پروگرام اتنے موثر ہوتے ہیں کہ بعض لوگ ان پروگراموں کی وجہ سے مسلمان ہو رہے ہیں۔ یہی صورت حال TV میں بھی ہے' اس میں مختلف چینل ہیں یا اوقات مخصوص ہیں' اسی کے ساتھ ساتھ بعض پرائیویٹ ریڈیو اسٹیشن ہیں جس طرح عیسائی مشنیریز کے اسٹیشن ہیں۔ حرم شریف کی نماز اور حج کے مناظر کو دیکھ کر کتنے لوگ مسلمان ہوگئے تو اس کو دیکھ کر دوسرے سال بعض ملکوں نے اس پر پابندی لگادی کہ حج فلم نہیں دکھائی جاسکتی' کیونکہ حج کے مناظر دیکھ کر لوگ مسلمان ہو رہے ہیں۔

سعودی عرب میں شاہ فیصل نے جب ٹی وی پروگرام شروع کئے تو وہاں کے علماء نے ان کی مخالفت کی تو انہوں نے دلیل میں فرمایا کہ اگر ہم اپنا ٹی وی اسٹیشن نہیں رکھیں گے تو لوگ دوسرے ٹی وی اسٹیشنوں کا پروگرام دیکھیں گے' اپنے ٹی وی کو کنٹرول کرنا آسان ہے' دوسروں کے ٹی وی پر کنٹرول مشکل ہے' چنانچہ وہاں اس وقت سے ٹی وی کا رواج ہوا۔ وہاں ٹی وی پر پانچ وقت کی نمازیں' حج کے زمانہ میں حج کے مناظر اور دیگر اسلامی پروگرام پیش کئے جاتے ہیں۔ یہ بات عام مشاہدہ میں ہے کہ خبروں اور تبصروں کے لئے لوگ ٹی وی دیکھتے ہیں' مگر اس کے ساتھ اشتہارات کی شکل میں یا ثقافتی پروگرام کی شکل میں مفسد اخلاق اور گمراہ کن' فتنہ انگیز مناظر نظر آتے ہیں' اس کا علاج صرف صالح اور کنٹرولڈ ٹی وی ہے۔......اس وقت تعلیم کا سب سے بڑا ذریعہ ٹی وی ہے' سائنس' ٹیکنالوجی اور دیگر علوم ٹی وی پر پیش کئے جاتے ہیں' ان کے سارے اسباق ٹی وی پر آتے ہیں۔ اسی طرح زبان بھی ٹی وی پر سیکھی جاسکتی ہے' لوگ کہتے ہیں کہ ریڈیو پر سننے سے زبان جلدی آتی ہے لیکن بولتے وقت زبان کی جو نقل وحرکت ہوتی ہے وہ ٹی وی پر دیکھ کر زبان سیکھنے میں اور زیادہ معاون بنتی ہے۔ بہر حال ٹی وی کے فائدے اور نقصانات دونوں ہیں۔ اور یہ ایک اہم قضیہ ہے۔ بلاد عربیہ اور بعض اسلامی ملکوں میں ٹی وی کا دعوت اور اصلاح سائٹ بعض اسلامی حلقوں نے حاصل کرلی ہیں اور ان کے اچھے اثرات محسوس کئے جارہے ہیں' یہ استفتاء اور افتاء کا بھی ذریعہ ہے' اور اشکالات اور شبہات کے ازالہ کا بھی۔ متعدد مدارس اور اسلامی حلقوں میں اس سے فائدہ اٹھایا جارہا ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ اس وقت ریڈیو اور ٹی وی میں کئی شکلیں اختیار کی جارہی ہیں' بعض تو اذاعات مستقلہ ہیں' بعض میں براج دینیہ پیش کئے جاتے ہیں' اور بعض میں بعض گھنٹے مخصوص ہیں' ان میں دینی پروگرام ہوتے ہیں۔ ریڈیو اور ٹی وی دونوں میں یہی طریقہ اختیار کیا جارہا ہے۔ ہندوستان میں ابھی اس کا تجربہ نہیں کیا گیا' اس لئے یہاں ایسا نہیں ہورہا ہے' لیکن ریڈیو اور ٹی وی پر بعض موقعوں پر دینی پروگرام نشر ہوتے ہیں' دیگر ممالک میں بعض عرب تنظیمیں ہیں' وہ ان ذرائع سے فائدہ اٹھارہی ہیں' اور اس پر کافی سرمایہ خرچ کرتی ہیں' ان کی نیوز ایجنسیاں بھی ہیں' انہوں نے ٹی وی کے بعض اوقات خرید لئے ہیں' اور بعض نے اپنے الگ چینل قائم کرلئے ہیں' بعض جگہ جیسے ریڈیو میں وقت لیا جاتا ہے انہوں نے اسی طرح ٹی وی میں وقت لے لیا ہے اور وہ ان میں اپنا مذہبی پروگرام پیش کرتے ہیں۔ ایسے

ادارے اور کمپنیاں بھی ہیں جو خود اسلامی موضوعات کے کیسٹ صوتی (Audio Cassette) یا مرئی Video Cassette تیار کرتی ہیں جو گانوں، ڈراموں اور ڈائیلاگ (Dialogue) پر مشتمل ہوتے ہیں، یہ سلسلہ بھی بہت مقبول ہورہا ہے۔...... ایسے پروگراموں کا معاشرہ پر کتنا اچھا اثر پڑ رہا ہے، اور خود ٹی وی والوں میں کیسا رجحان پیدا ہورہا ہے اس کا اندازہ اس سے لگایا جاسکتا ہے کہ چند ماہ قبل مصر میں ٹی وی پر پروگرام پیش کرنے میں فنی مہارت رکھنے والی سات عورتوں نے ان مذہبی پروگراموں سے متاثرہ ہوکر پردہ کرنے کا فیصلہ کرلیا، اس پر ٹی وی والوں نے انہیں برطرف کردیا تو لوگوں نے وہ پروگرام دیکھنا بند کردیا۔ کیونکہ وہ اتنا اچھا پروگرام پیش کرتی تھیں کہ ان کی جگہ جب دوسری فنکار عورتیں آئیں تو وہ پروگرام غیر مقبول ہوگیا۔ اس سا ان کا نقصان ہونے لگا۔ ذمہ داروں نے جب یہ محسوس کیا کہ پروگرام پیش کرنے کا ان کا اندازہ اتنا اچھا ہے تو غور وفکر اور مشورہ کے بعد کمیٹی نے انہیں ملازمت پر بحال کرتے ہوئے پردہ کی مشروط اجازت دے دی کہ وہ احتیاط کے ساتھ یہ پروگرام کریں۔ ان خاتون آرٹسٹوں نے کہا کہ ہم پورا پردہ کریں گے۔ آخر کاران کو ان کی مرضی کے مطابق پورا پردہ کرتے ہوئے پروگرام پیش کرنے کی اجازت دے دی گئی۔

اس سے پہلے ٹی وی کی ایک مشہور فنکارہ کریمان حمزہ نے بھی پردہ کرنے کا فیصلہ کیا۔ یہ ٹی وی کی سب سے بڑی فنکارہ تھیں، ان کو لوگوں نے ملازمت سے الگ کردیا، تو انہوں نے اسلامی پروگرام پیش کرنے کے لئے ٹی وی کے پروگرام کے لئے ایک الگ نظام قائم کرلیا، لوگوں نے ان کی مدد کی اور وہ اس میں کامیاب ہوئیں۔ ان کے پروگرام بہت مقبول ہوئے اور ساری دنیا میں پسند کئے جانے لگے۔ ان کا پروگرام ان لوگوں کے لئے خود ایک چیلنج بن گیا۔ غرض میڈیا میں اس طرح کے اسلامی رجحانات پیدا ہوگئے ہیں اور ان کا دائرہ وسیع ہوتا جارہا ہے۔

ہندوستان میں ہم کو اس صورت حال کا اندازہ نہیں ہے۔ دعوت اسلامی کی جو شکلیں دنیا کے دوسرے حصوں میں اختیار کی جارہی ہیں، ہمیں ان کا علم نہیں۔ اسی طرح صحافت میں جو بہت معیاری مجلّات ہیں، اعلیٰ معیار کی کتابیں ہیں، خواہ وہ عربی ہوں یا انگریزی ہوں، یا دوسری زبانوں میں، وہ مختلف اداروں سے یہاں تک کہ یورپ کے مختلف ملکوں سے نکل رہے ہوں، ان سے ہمارا رابطہ نہیں رہتا لیکن یہ وہ وسائل ہیں جو رخ (Trends) بناتے ہیں، ان کے مطالعہ سے مایوسی کے بجائے امید پیدا ہوتی ہے اور تفاؤل (Optimism) بڑھتا ہے، مسلمانوں میں ان سے جو لوگ واقف ہیں ان تمام چیزوں سے وہ بہت پرامید ہیں۔ میڈیا یا نشر واشاعت کے ذرائع سے یورپ میں کثرت سے اہل علم مسلمان ہورہے ہیں، ان سے یہ وسائل انٹرویو کرتے ہیں، اس کا بھی اچھا اثر پڑتا ہے۔

اسلام کے خلاف میڈیا جو سخت معاندانہ پروپیگنڈہ کررہا ہے اور مسلم ملکوں کے خلاف جو کارروائیاں ہورہی ہیں اس کا ردّعمل بھی ہورہا ہے، وہ ردّعمل اسلام کے حق میں جارہا ہے۔ اس کی وجہ سے کثرت سے لوگ مسلمان ہورہے ہیں، عربی اخبارات ورسائل جو یورپ سے نکلتے ہیں یا عالم عربی سے، ان سے اس کا اندازہ ہوتا ہے کہ کثرت سے لوگ اسلام کی طرف مائل ہورہے ہیں۔ کثرت سے اسلامی لٹریچر پھیل رہا ہے اور لوگ اسلام کے بارے میں زیادہ سے زیادہ جاننا چاہتے ہیں، یہ تھوڑا سا جو امتحان ہے اس امتحان میں تکلیف ضرور پہونچ رہی ہے لیکن اس کے جو نتائج ہیں وہ بہت

ہی خوش کن ہیں۔ اور اسلامی کام کی راہوں میں حکومتوں کی طرف سے رکاوٹیں پیدا کی جارہی ہیں' لیکن جو لوگ دعوت کا کام کررہے ہیں ان کے حوصلے بلند ہیں۔ ان کی خبریں پریس میں آتی رہتی ہیں۔ ایسے لوگوں کے حالات و جذبات شائع ہوتے رہتے ہیں' اور یہ جذبہ وقربانی جس کا علم پریس یا دوسرے ذرائع سے ہوتا ہے اسلام کی طرف مائل کرنے کا ذریعہ بنتا ہے' اس جذبہ کے پیدا کرنے میں معاندانہ میڈیا اور حکومتوں کے رویہ کو بھی دخل ہے اور اسلامی میڈیا کا بھی' چاہے وہ کتاب کی شکل میں ہو' یا صحافت اور ریڈیو کی شکل میں۔ چاہے وہ کتنا ہی محدود کیوں نہ ہو' اس نے ہر میدان میں اپنا کچھ نہ کچھ وجود تسلیم کرالیا ہے اور محدود وسائل کے باوجود اسکے جو نتائج ظاہر ہورہے ہیں وہ نتائج بہت زیادہ امید افزا ہیں۔

**استشراق** جہاں تک مستشرقین کا تعلق ہے جس کے بارے میں آپ کے ایک ساتھی نے سوال کیا تو مستشرقین کہتے ہیں کہ مغرب کے ان لوگوں کو جو مشرقی علوم کو موضوع بناتے ہیں' انگریزی میں ان کو اورینٹلسٹ (Orientalist) کہا جاتا ہے۔ اوینٹلسٹ کے معنی ہوتے ہیں جو یورپ کا ہو اور مشرق کے علوم سے واقفیت رکھتا ہو۔ مستشرقین کی تاریخ صلیبی جنگوں سے جڑی ہوئی ہے۔ کروسیڈ (Crusade) جس کو کہتے ہیں' یہ جنگیں گیارہویں صدی سے تیروہویں صدی تک جاری رہیں۔ ایک پادری اوربان (Urbanus) کی ۱۰۹۵ء میں اسلام دشمن مہم سے شروع ہوئیں' اس نے یورپ میں اسلام کے خلاف انتقام کی آگ لگادی' جن میں بعض ملکوں پر اگر چہ یورپ کا قبضہ ہوگیا' لیکن ان جنگوں میں اصلاً اس کو ناکامی ہوئی' خود آکسفورڈ کی انسائیکلو پیڈیا میں یہ لکھا ہوا ہے کہ صلیبی جنگیں بے نتیجہ ثابت ہوئیں' ان جنگوں کا بڑا سبب یہ تھا کہ کلیسا کا اثر ختم ہورہا تھا' اس اثر کو باقی رکھنے کے لئے ایک پادری نے شور ہنگامہ مچادیا۔ بعض نے اس کا سبب اقتصادی بتایا ہے۔ اس نے کہا کہ ہمارے ممالک پر محمد (ﷺ) کے ماننے والوں نے قبضہ کرلیا ہے' ہمیں ان کو دینِ مسیحی میں داخل کرنا ہے' اس طرح اس پادری نے پورے ملک میں آگ لگادی۔ یورپ کی نشاۃ ثانیہ میں ان جنگوں کا بڑا حصہ ہے' اس لئے کہ اسی کے نتیجہ میں یورپ علم اور تمدن کی طرف مائل ہوا اور اس نے جنگ کے بجائے علم وفکر کا راستہ اختیار کیا' اگر چہ جو عداوت ان جنگوں سے پیدا ہوئی وہ قائم رہی' اور اس کا اثر اب بھی قائم ہے۔ حضرت مولانا علی میاںؒ کی ''تاریخ دعوت عزیمت'' میں صلیبی جنگوں پر بڑا تفصیلی مضمون ہے۔ آپ اس کا مطالعہ کریں۔

فرانس کا بادشاہ لوئس تاسع (نہم)(Louis) جس نے مصر پر حملہ کیا تھا' مصر میں وہ گرفتار ہوگیا تھا' رہائی کے بعد یہ تیونس پر حملہ آور ہوا' ۱۲۷۰ء میں وہ حملہ کے لئے نکلا تو تیونس کے قریب بیمار ہوا اور اس کا انتقال ہوگیا' انتقال سے قبل اس نے ایک وصیت نامہ لکھا کہ ہم نے مسلمانوں کے ساتھ لڑ کر دیکھا ہے' ہم ان کو لڑائی میں شکست نہیں دے سکتے' اس کی وجہ یہ ہے کہ جب ہم جنگ چھیڑتے ہیں تو ان میں ایک جذبہ جہاد وشہادت پیدا ہوجاتا ہے' اسی جذبہ کی وجہ سے ایک مسلم ملک پورے یورپ کا مقابلہ کرتا ہے' اور ایسا واقعتاً ہوا ہے۔ پھر اس نے لکھا ہے کہ اب ہم کو جنگ کا راستہ چھوڑ دینا چاہیے اور علم کا راستہ اختیار کرلینا چاہیے' مسلمانوں کے علوم سے واقفیت حاصل کرنی چاہیے اور کوشش کرنی

چاہیے کہ ہم ان کا عقیدہ بگاڑ دیں اور ان میں جو جذبہ جہاد و شہادت پیدا ہوتا ہے اس کو ختم کر دیں' یہ اس نے ایک وصیت لکھوائی' یہ وصیت فکر اسلامی کی کتابوں میں موجود ہے' ایک کتاب: اسألیب الغزو الفکری' دکتور علی جریشہ کی ہے' اس کے علاوہ ''الاستعمار والتبشیر'' میں بھی یہ تفصیلات درج ہیں۔ ابتداء میں اس وصیت کی طرف لوگوں نے کوئی توجہ نہیں کی' اس نے کچھ عرصہ کے بعد Ramond Lul اور روجر بیکن (Bacon)' (۱۲۱۴ء۔۱۲۹۴) نے پوپ سے ملاقات کی اور پوپ سے اس وصیت پر عمل کرنے کی بات کی اور اس کو آمادہ کیا' اس پر پوپ کو بہت تردد تھا اس لئے کہ کلسیا نے اس وقت تک علم حاصل کرنے کی کھلی اجازت نہیں دی تھی اور جو لوگ علم حاصل کرتے تھے وہ چھپ چھپ کر حاصل کرتے تھے۔ گیارہویں صدی میں ایک شخص چھپ کر اندلس گیا تھا' وہاں جا کر اس نے علم حاصل کیا تھا' اس کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ یہ پہلا مستشرق ہے' بعضوں کے نزدیک استشراق کی ابتداء اس سے ہوتی ہے' اس کے بعد ایک دوسرا شخص اسی طرح چھپ کر گیا اور اس نے بھی علم حاصل کیا' پہلا شخص جر بردی اور لیاک (Oralica) ۹۳۸۔۱۰۰۳ء ہے' اس نے قرطبہ میں علم حاصل کیا' اس کے بعد بطرس (۱۰۹۲۔۱۱۵۶ء) میں قرآن شریف کا ترجمہ کیا۔ ۱۳۱۳ء میں پوپ نے عربی علوم کی تعلیم کا حکم دیا' چودہویں صدی میں علوم عربیہ کی تعلیم عام ہوگئی' پندرہویں صدی میں پریس کی ایجاد سے اس سلسلہ میں وسعت پیدا ہوئی۔

تیرہویں صدی میں مختصر مدت میں متعدد ایسے ادارے قائم ہوئے جہاں اسلامی کتابوں کے مطالعہ کا باقاعدہ انتظام کیا گیا' فرانس میں بلجیئم میں' جرمنی میں' اور دوسرے سارے یورپی ملکوں میں اسلامی علوم کی تحصیل کے ادارے قائم ہوئے۔ عربی کتابوں کے ترجمے کئے گئے۔ استشراق پر ڈاکٹر مصطفیٰ سباعی صاحب کی کتاب ہے' حضرت مولاناؒ کی بھی کتاب ہے اور حال میں اڈورڈ سعید کی کتاب شائع ہوئی ہے' یہ استشراق کے موضوع پر بہت اچھی کتاب سمجھی جاتی ہے۔ اور استشراق پر دارالمصنفین میں ایک عالمی سیمنار ہوا تھا' اس کے مضامین عربی میں ترجمہ ہونے کے بعد المستشر قون'' کے نام سے دو جلدوں میں دارالشروق سے شائع ہوئے ہیں۔ اس میں بھی آپ دیکھ سکتے ہیں' اس میں بھی یہ تمام تفصیل موجود ہے' تو اس طرح اسلامی علوم پر ریسرچ کا سلسلہ یورپ میں شروع ہوا۔ یہ جو مطالعہ کا رجحان پیدا ہوا اس میں جن لوگوں نے حصہ لیا ان کو مستشرق کہتے ہیں۔

ایک کتاب ہے ''الموسوعۃ المیسر ۃ فی الأدیان والمذاھب المعاصرۃ'' اسے وامی (WAMY) ندوۃ الشباب الاسلامی العالمیۃ نے شائع کیا ہے۔ اس میں دنیا کی ساری تحریکوں اور ان کے جو خاص خاص افکار ونظریات ہیں ان سب کا بہت تفصیل سے تعارف کرایا گیا ہے۔ اس میں الاستشراق پر بھی تفصیل سے روشنی ڈالی گئی ہے اور اس کے اغراض ومقاصد بیان کئے گئے ہیں۔ اس میں انہوں نے لکھا ہے کہ مستشرق تین طرح کے ہیں: بعض وہ ہیں جو انصاف پسند ہیں' جس بات کو صحیح سمجھتے ہیں اس کو صحیح لکھتے ہیں اور جس کو غلط سمجھتے ہیں اس کو غلط لکھتے ہیں' کچھ وہ ہیں جو ہر خوبی کا انکار کرتے ہیں' ان میں صرف نفرت وکراہیت پائی جاتی ہے' وہ کھلے ہوئے دشمن ہیں' بعض انصاف پسند ہیں جیسے آرنلڈ' اس کی ایک کتاب ہے' اس کا ترجمہ بھی ہوگیا ہے' ابھی جرمنی کی ایک مستشرقہ کا ایک دو مہینہ پہلے انتقال ہوا ہے'

اس کے اسلام لانے کا کوئی ثبوت نہیں ملتا' اس کی نوے سال سے بھی زیادہ عمر ہوئی ہے' اس کے انتقال پر بہت سے مضامین آئے ہیں' اس کی کتابوں میں اسلام کا بہت زیادہ اعتراف ہے' اس کا نام ماری شمل ہے۔ ایسے بھی مستشرق ہیں جو علمی بنیاد پر مطالعہ کرتے ہیں' جو بات ان کو صحیح معلوم ہوتی ہے' اس کو صحیح تسلیم کرتے ہیں اور جس سے ان کو اتفاق نہیں ہے اس سے عدم اتفاق ظاہر کرتے ہیں۔ ایک مشہور مستشرق بروکلمان **(Brockelmann)** (۱۸۶۸۔۱۹۵۶ء) ہے جو عربی علوم سے بہت واقف ہے۔ اس نے تاریخ ادب عربی لکھی ہے جو بہت معروف ہے۔ اس کا ترجمہ عربی میں '' تاریخ الآداب العربیۃ'' کے نام سے شائع ہو چکا ہے۔ اس نے کتابوں کی پوری تفصیل دی ہے۔ اگر ہندوستان میں کسی کتاب پر کوئی کام ہوا ہے تو اس نے یہ تک لکھا ہے کہ ہندوستان کے فلاں کتب خانہ میں یہ کتابیں اور فلاں فلاں کتابوں کے اتنے ترجمے اور شرحیں ہوئی ہیں۔ اسی طرح اس کی ایک کتاب '' تاریخ الشعوب الإسلامیۃ'' بھی ہے' یہ شخص بڑا مستشرق ہے اور اپنے موضوعات میں حجت سمجھا جاتا ہے۔ لیکن جب وہ اسلام کے بارے میں لکھتا ہے تو تعصب اس پر غالب آجاتا ہے۔ تو ایسے بھی مستشرق ہیں کہ ایک طرف تو وہ علم میں حجت ہیں لیکن جب وہ اسلام پر لکھتے ہیں تو آپے سے باہر ہو جاتے ہیں' اور ان میں بعض ایسے بھی ہیں جو اپنا توازن برقرار رکھتے ہیں۔ خواہ ان کو کسی بات سے اتفاق ہو یا اتفاق نہ ہو' کسی حال میں انصاف کا دامن ہاتھ سے نہیں جانے دیتے ہیں' بعض معتدل ہیں اور بعض بہت دشمن ہیں' اور بعض انصاف پسند ہیں۔

یہ وہ لوگ ہیں جو یورپ سے تعلق رکھتے ہیں' اور انہوں نے اسلامیات کو اور مشرقی علوم کو اپنا موضوع بنایا ہے' چاہے وہ تاریخ ہو' حدیث ہو' چاہے وہ قرآن ہو' چاہے تفسیر ہو' ان کے اپنے موضوعات ہیں۔ انہوں نے اپنا ایک اختصاص رکھا ہے' بعض ادب عربی کے ماہر ہیں' بعض حدیث کے ماہر ہیں' جیسے گولڑ ہیر' زویمر **(Zwemer)** (۱۸۶۷۔۱۹۲۰ء) نکلسن' گب' اسمتھ' واٹ وغیرہ' بعض نے سیرت پر کام کیا ہے' بعض تاریخ اسلامی پر کام کرنے والے ہیں کہ ان میں سے ہر ایک نے موضوع کا انتخاب کر کے اس پر کام کیا ہے' جو ہمارے علوم ہیں' اور اب بھی مستشرقین ہی ان کی خدمت کر رہے ہیں' بعض دواوین اور لغت پر اکثر کتابیں مستشرقین نے شائع کی ہیں' انہوں نے خدمت بھی کی ہے' محنت بہت کی ہے لیکن ان میں اکثر اسلام کے بارے میں معاندانہ و جانبدارانہ رویہ رکھتے ہیں۔ اور ان کی کتابوں میں کہیں نہ کہیں کوئی طنز یا اشارہ تحریف یا غلط بیانی پائی جاتی ہے' خاص طور پر سیرت پر اکثر مؤلفین کی کتابوں میں بہت زیادہ غلط بیانی بلکہ جارحانہ اور معاندانہ' اور گمراہ کن انداز پایا جاتا ہے' تاریخ اسلامی پر ان کی کتابوں میں جارحیت پائی جاتی ہے' بعض وہ کتابیں ہیں جو خالص علمی انداز کی ہیں۔ بعض پر پروپیگنڈہ غالب ہے' ان کو سمجھنا چاہیے جن کی کتابیں ہم پڑھ رہے ہیں' یہ دیکھنا چاہیے کہ یہ آدمی کس طبعیت اور مزاج کا ہے؟ اس کی ضرورت ہے کہ مستشرقین کی کتابوں کا جائزہ لیا جائے' کچھ لوگوں نے یہ کام کیا ہے مگر وہ کافی نہیں ہے۔

---